ڈاکٹر عظیم اللہ جندران
سیکنڈری سکول ٹیچر، گورنمنٹ ہائی سکول، دھنّی کلاں، منڈی بہاالدین
ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Dr. Azeem Ullah Jundran
Secondary School Teacher,
Govt. High School, Dhunni Kalan, Mandi Baha-ud-in.

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi
Head of Department, Lahore Garrison University, Lahore

اُردو زبان و ادب کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کردار

The role of Sufis in the development of Urdu language and literature

Abstract: This research paper is an overview of the saints and Sufi scholars' contribution for the growth of Urdu language and literature. These saints and Sufi scholars' writings consisted of their sayings, pieces of advice and verdicts in the form of prose and poetry. They wrote in very heart-touching style. There writings were universal in nature. They were not restricted to some particular race, colour or creed. Islam emanated through the medium of Urdu language in the sub-continent. The Sufis, aulia, ulemas and the Sayyeds also played role for the dissemination of Islam through the vehicle of this Urdu language. These Sufis were the ambassadors of the muslim society and Urdu was their vehicle. They introduced their Islamic teachings through local dialects and regional languages, too. Urdu language was generous enough to absorb the words and phrases of Persian, Arabic, Punjabi, Hindi and Saraiki as well. The gathering points of the Sufis and Saints became the development and growth points of Urdu language and literature.

Key Words: Sufis, Saints, Urdu, Growth, Development, Medium, Muslims, Society, Style, Absorption.

اُردو زبان و ادب کے فروغ میں شاعروں، ادیبوں کے علاوہ صوفیوں کا خصوصی کردار رہا ہے۔انھوں نے اپنے خیالات کی ترسیل کے ذریعے اردو زبان ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دی۔ان بزرگوں کے مختلف سلسلے تھے جو مختلف علاقوں میں احیائے دین کے لیے کام کر رہے تھے۔ان بزرگوں کے اقوال اور ملفوظات نظم و نثر کے ارتقا میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کا مقصد زبان کی تراش خراش نہیں تھا بلکہ یہ آسان فہم اور سادہ زبان میں اپنا پیغام لوگوں تک اپنے دل کی بات پہنچاتے تھے۔میاں خوب محمد چشتی نے رشد و ہدایت اور نظم و نثر کے لیے اردو زبان کو وسیلۂ اظہار بنایا۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق:

"بابا شاہ حسینی صاحبِ دیوان شاعر ہیں ان کا کلام صوفیانہ اور عارفانہ ہے:

حق رسی کی ہے عبادت عین دید
جوں صنم کا مبتلا مست شراب

فخردین نظامی دکنی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" بہت مشہور ہوئی۔اسے اردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کہا جا سکتا ہے۔"(۱)

افسر صدیقی بیان کرتے ہیں:

"نظامی کے بعد اشرف بیابانی کی مثنوی"نوسر ہار" کو اسلوب اور تاثیر کی وجہ سے بہت مقبولیت ملی ہے۔حضرت زینب کے حوالے سے شعر ملاحظہ کیجیے:

زینب آہے اس کا نام
تو جا گزارن اس پیغام
ہور کچھ تشریف اپنے ساتھ
لے کر اس یوں کہہ بات"(۲)

شازیہ مجید ملک (۲۰۱۵ء) کی رپورٹ کے مطابق:

" سچل سائیں عالم گیر اور آفاقی شاعر تھے۔آپ کے یہاں رنگ ، مذہب اور ذات پات کی تفریق نہ تھی۔۔۔آپ بہت سی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔آپ کے کلام میں وحدانیت اور یکتائی کی بے شمار تجلیاں جلوہ گر ہیں۔ آپ نے اپنے کلام میں محبت کا بیج بو کر دلوں پر حکومت کی ہے۔"(۳)

آپ نے سندھی کے ساتھ ساتھ اردو شاعری بھی کی ہے اور بہت خوب صورت نادر کلام پیش کیا ہے:

انا الحق جب کہوں گا میں سرِ میدان آؤں
گا
گلی اب چھوڑ دلبر کی طرف دیگر نہ جاؤں گا(۴)

بقول ڈاکٹر اشفاق احمد ورک:

"اردو کی اس صلاحیت کا اندازہ سب سے پہلے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کو ہوا جو برصغیر کے مختلف علاقوں میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی غرض سے آئے۔ان کی اپنی مادری زبان کچھ بھی رہی ہو مگر وہ عوام میں رہ کر عوام کی زبان سے مخاطب ہوئے۔چنانچہ متاثرین نے ایسے لوگوں کے اقوال، وظائف اور ملفوظات کو حرزِ جاں بنا لیا۔"(۵)

ان بزرگانِ دین ، صوفیائے کرام کا فیض آج بھی ہر جگہ جاری و ساری ہے۔انھوں نے اپنے اقوال، فرمودات اور ملفوظات کو زیادہ تر اردو زبان میں ہی پیش کیا۔برصغیر کے صوفیائے کرام اور بیشتر مذہبی رہنماؤں نے عوام تک رسائی کے لیے اردو زبان کا استعمال کیا۔اس بابت ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''برصغیر میں اسلام کا فروغ صرف اردو کے ہاتھوں ہوا ہے۔''(۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز ، شاہ رفیع الدین ، شاہ اسمٰعیل شہید نے دینی اور مذہبی خدمات کے لیے اردو زبان کو استعمال کیا۔ڈاکٹر سید عبداللہ کا بیان ہے:

''دنیا کی اکثر دوسری چیزوں کی طرح برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی ضرورت ''اردو زبان'' تھی، برصغیر کے مسلمان علما نے صرف اس سے استفادہ کیا بلکہ بدھ مت اور بہائی فرقے کے مذہبی پیشواؤں نے بھی مذہبی امور کے لیے اس سے استفادہ کیا۔''(۷)

ڈاکٹر جمیل جالبی بیان کرتے ہیں:

''قرآن مجید اور اردو زبان کے مشترک ذخیرہ الفاظ کے بارے ایک تحقیق کے مطابق تقریباً دو ہزار بنیادی الفاظ میں باقی ان کی مختلف شکلیں اور تکرار ہے۔اردو میں کم و بیش پانچ سو سے زیادہ بنیادی الفاظ ہمارے اظہار کا وسیلہ ہیں۔''(۸)

سندھ کی وادی میں صوفیائے کرام کے توسط سے جس قدر اسلام کی اشاعت ہوئی اور زبان و ادب کی تشکیل کا مرحلہ طے پایا، وہ اُمرا اور حکمرانوں سے نہ ہو سکا۔وادیٔ سندھ کے صوفیائے کرام اور اسلامی شعار کے پابند ساداتِ عظام نے اسلام کی تبلیغ کے لیے کسی جبر سے کام نہیں لیا بلکہ وہ مقامی ہندو آبادی میں گھل مل گئے اور انھیں پیغام حق پہنچایا۔انھی صوفیائے کرام اور سادات نے مساجد بنوائیں ، درس گاہیں ، عبادت گاہیں قائم کیں۔ملتان اور اوچ شریف اولیائے کرام اور صوفیائے کرام کے گڑھ تھے۔یہاں پر بہت سے علمی ادارے قائم ہوئے۔جہاں پر مقامی اور عربی ، فارسی زبانوں کے اشتراک سے ایک نئی زبان کی تشکیل ہوئی وہ اردو تھی۔ابو اللیث صدیقی (۱۹۷۰ء) اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

''اردو کو جوان ہونے اور پروان چڑھنے کے لیے صوفیوں کی خانقاہیں، مبلغین کی مجلسیں اور اللہ والوں کی محفلیں تلاش کرنا پڑیں۔''(۹)

سید نورالدین نے اسلام کی تبلیغ اور اپنے نظریات کی ترویج کے لیے مقامی زبان میں منظوم کلام پیش کیا جو اس خطے میں اردو زبان کی تشکیل کا پہلا تجزیہ ہے۔

شاہ یوسف گردیز ، حضرت شاہ شمس سبزواری ملتانی نے اردو زبان وادب کے فروغ میں گنان کہے۔پیر شمس الدین کے ان گنان میں عربی، فارسی، ہندی، برج اور سرائیکی (ملتان) زبان کے الفاظ صاف پہچانے جا سکتے ہیں۔

اس بابت ڈاکٹر سہیل بخاری کا کہنا ہے:

''اردو نے برصغیر کے طول و عرض میں سفر کیا ہے۔آگرے میں برج بھاشا سے متاثر ہو کر اس کا جو علاقائی محاورہ رائج ہوا وہ اکبر آبادی اردو کہلایا۔ ۱۷۴۷ء سے شاہ جہان کا پایہ تخت منتقل ہونے پر دہلی میں رائج ہوئی تو وہاں کی علاقائی زبان ہریانی کا اثر قبول کر کے دہلوی اردو کہلائی۔دہلی کے اجڑنے پر لکھنؤ پہنچی تو آودھی کی آمیزش سے لکھنوی اردو بن گئی۔حیدر آباد دکن میں دکنی کے زیرِ اثر اس کا حیدرآبادی محاورہ چالو ہوا۔لاہور میں پنجابی سے مل کر لاہوری اردو کہلائی۔غرض علاقائی زبانوں سے مل مل کر علاقائی محاورے بنتے چلے گئے۔''(۱۰)

یہ علاقائی محاورے آج بھی زبان زدِ عام ہیں۔لاہوری اردو کا محاورہ پچھلی صدی ہی میں بن چکا تھا۔اب کراچوی اردو ، سرگودھوی اردو ، اسلام آبادی اردو، حیدرآبادی یعنی سندھی اردو جیسے الگ الگ اس کے ہیولے بن رہے ہیں جن کے پختہ اور واضح روپ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سامنے آ جائیں گے۔بمطابق ڈاکٹر انور سدید:

''صوفیانہ دور میں اردو زبان و ادب نے خوب ترقی کی ہے۔صوفیانہ دور کے بعد دینی ادب اب ناپید نہیں ہے۔زبان و ادب کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوا، اس میں خوب ترقی ہوئی، علما و فصحا اور مفکرین کی نئی جماعت پیدا ہوئی۔جدید درس گاہوں میں علم و دین کی روشنی پھیلی۔لوگ ان صوفیا کرام کے صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ان کی خطابت سے لوگوں کے دلوں کی کایا پلٹی۔ان کی قلمی کاوشیں آج بھی درخشندہ نظر آتی ہیں۔اس قابل صد احترام گروہ میں شمس العلما ، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، علامہ اقبال اور علامہ عنایت اللہ جیسی قد آور شخصیات کا ذکر ملتا ہے ۔دینی نثری ادب میں شاہ عبدالعزیز ، سید احمد بریلوی ، شاہ اسمٰعیل شہید، فضل حق خیر آبادی، شاہ رفیع الدین ، شاہ عبدالقادر کا ذکر بطور خاص ملتا ہے۔''(۱۱)

امام احمد رضا خان بریلوی جیسے صوفی عالمِ دین نے بھی اردو زبان و ادب کے لیے خطیر اثاثہ رقم کیا ہے۔آپ کا ''اردو ترجمۃ القرآن''، ''ترجمہ احادیث''، ''فتاویٰ رضویہ''، ''نعتیہ دیوان'' اور ''حدائقِ بخشش'' اُردو ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس حوالے سے ڈاکٹر انور سدید (۱۹۸۸ء) مزید بیان کرتے ہیں:

''صوفیائے کرام نے دین کی تبلیغ کے لیے اردو زبان کا انتخاب کیا۔اصل میں ان صوفیائے کرام کا اوڑھنا بچھونا پنجابی تھی تاہم عربی اور فارسی کے

پہلو بہ پہلو ''اردو''کا میلان بھی پایا جاتا ہے۔''(۱۲)

مسلم معاشرے کی تشکیل کے لیے صوفیائے کرام نے اردو زبان کا انتخاب اس لیے کیا کہ اردو جناتی زبان نہیں، آسان اور پیاری زبان ہے۔اس میں بڑھنے، پھیلنے کا وصف قدرتی طور پر موجود ہے۔ یہ ہر زبان کی سہیلی بن جاتی ہے اور اس کی زبان کے اچھے اچھے الفاظ چرا کر اپنے اندر یوں جذب کر لیتی ہے کہ اجنبیت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس وقت ٹی وی اور دیگر ابلاغی ذرائع سے علاقائی زبانوں اور اردو میں جو اختلاط ہو رہا ہے ، وہ اہم بھی ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔ڈاکٹر محمد ارشد اویسی صاحب(۲۰۱۷ء) قومی زبان کے حوالے سے تجزیاتی جائزہ پیش کرتے ہیں:

''کسی بھی معاشرے کے لیے قومی زبان کا وجود ناگزیر ہے۔قومی زبان معاشرے کے افراد کے درمیان مشترکہ وسیلہ اظہار بنتی ہے۔ اس کے دم سے معاشرے کا دنیا کی دوسری تہذیبوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنا وجود اور تخلیقی رشتہ قائم نہیں رکھ سکتا۔اس تخلیقی رشتے کے بغیر دیگر رشتے بے معنی ہیں۔معاشرتی سطح پر زبان عوام اور خواص کے درمیان حائل نفرتوں کے خاتمہ کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔معاشرتی مسائل کے حل اور قومی یک جہتی کے لیے زبان کا وجود کسی بھی تہذیب کے لیے آبِ حیات سے کم نہیں۔زبان کی وساطت سے تہذیبی روایات، اس کا شعور اور اعلیٰ اقدار معاشرے کے مختلف طبقوں تک پہنچ رہی ہیں۔''(۱۳)

ملتان کو مدینۃ الاولیا کہا جاتا ہے۔ملتان کے صوفیائے کرام نے اپنے نظریات کی ترویج و تبلیغ کے لیے مقامی بولی سرائیکی (ملتانی) کو ذریعہ اظہار بنایا ہے۔جو کہ بعد میں اردو زبان کے فروغ کا سبب بنی۔اس ضمن میں علامہ عتیق فکری کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

''اردو زبان صوفیائے کرام کی مرہونِ منت ہے۔۔۔۔اردو کی بنیاد چوں کہ سرائیکی (ملتانی) پر مبنی تھی۔تمام لسانی محققین کو اس بات پر اقرار ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاتھوں میں اردو کی بنیاد پڑی اور ان کے کلمات ، اشعار بھی بطور سند پیش کیے جاتے ہیں تو پھر انکار کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ یہ تمام صوفیائے کرام ایک لحاظ سے ملتان کے ہی رہنے والے تھے اکثر نے تو تعلیم ہی ملتان سے لی تھی۔ان تمام شواہد کی بنیاد پر اردو کی بنیاد جغرافیائی نقطہ نظر سے ملتان ہی میں پڑی ہے اور گجرات میں اس کی نشوو نما ہوئی ہے۔دکن میں اس کی صوری تشکیل ہوئی اور باقاعدہ ارتقا حاصل کیا اور لکھنؤمیں یہ بالغ ہوئی۔''(۱۴)

محمد یوسف گردیز کے مطابق:

''سید نور الدین نے اسلام کی تبلیغ اور اپنے نظریات کی ترویج کے لیے مقامی زبان میں گنان کو منظوم کیا جو اس خطے میں اردو زبان کی تشکیل کا پہلا تجربہ ہے۔یہ گنان اردو زبان کے تدریجی ارتقا کا آئینہ دار ہیں:

کلمہ کہورے مومنو تھے مت جاؤ رے بھول
راہ علی نبی جی کی ساچ ہے اے ہو و گے سدا
قبول
اے جی آل نبیوں کو بھیجیا اس دنیا کے بیچ
نمازِ بندگی کلمہ ہے اے ہے نعمت سیج''(۱۵)

صوفیائے کرام کی کوششوں سے دکن میں اردو زبان و ادب کو فروغ ملا۔اس ضمن میں شوکت مغل ، محمد علی صدیقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ملتان اور بہاولپور کے علاقہ اور آندھرا پردیش میں ایک گونہ مناسبت بھی ہے اور سرائیکی زبان کے متعدد الفاظ سہروردی سلسلہ کے صوفیائے کرام کے ذریعے دکن کی علاقائی زبانوں میں اس درجہ رچ بس گئے ہیں کہ دکن کی جس زبان کے ''قدیم اردو'' کا نام تجویز کیا گیا ہے اس کے خزانۂ لغت میں سرائیکی الفاظ کی بڑی ریل پیل ہے۔''(۱۶)

امیر خسرو (وفات ۷۲۵ء) چشتیہ سلسلے کے بڑے بزرگ تھے جن کو اردو کا قدیم شاعر تسلیم کیا جاتاہے۔ ڈاکٹر روبینہ ترین کے مطابق:

''امیر خسرو کے یہاں مقامی زبانوں کے الفاظ اور تصرف میں جو تجربات ملتے ہیں ان کی مثال کہیں نہیں ملتی ہے۔امیر خسرو کو ملتان میں پانچ سال قیام کرنے کا موقع ملا۔اس دوران انھوں نے ملتانی زبان کے الفاظ سیکھے اور انھیں اپنی شاعری میں برتا:

وہ گئے بالم وہ گئے ندیوں کنار
آپے پار اتر گئے ہم تو رہے اردار
بھائی رے ملا جو ہم کو پار اتارنا
ہاتھ کا دیووںگی مندرا گل کا دیوں ہار''(۱۷)

حضرت شاہ شمس سبزواری ملتانی (۶۷۵ھ /۱۲۷۶ء) ملتان تشریف لائے۔آپ نے اسماعیلی /قرامطہ فرقے کے نظریات کی ترویج کے لیے اور تبلیغ کے لیے گنان کہے۔پیر شمس الدین کے ان گنان میں عربی، فارسی، ہندی

، برج اور سرائیکی (ملتانی) زبان کے الفاظ پہچانے جا سکتے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر روبینہ ترین (۲۰۰۷ء) شاہ شمس سبزواری کی کتاب میں لکھتی ہیں:

> "ملتان میں ارد و کی ابتدائی لسانی تشکیل کے واضح حوالے ملتے ہیں۔۔۔شاہ شمس سبزواری کے گنان پر مشتمل چاروں جلدوں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اردو کے مراکز کا ذکر کرتے ہوئے ماہرینِ لسانیات جن علاقوں کا ذکر کرتے ہیں ان میں سندھ، ملتان اور اُوچ کا علاقہ بھی شامل ہے۔"(۱۸)

برصغیر کے صوفیائے کرام نے اپنے اقوال، فرمودات اور ملفوظات کو زیادہ تر اردو زبان میں ہی پیش کیا اور بیشتر مذہبی رہنماؤں نے عوام تک رسائی کے لیے اردو زبان کا استعمال کیا۔ان بزرگانِ دین ، صوفیائے کرام کا فیض آج بھی ہر جگہ جاری و ساری ہے۔

حوالہ جات

۱۔　جمیل جالبی، ڈاکٹر(مرتب) مثنوی کدم راؤ پدم راؤ۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۳ء۔ص۳۰

۲۔　افسر صدیقی (مرتب) مثنوی نوسرہار از اشرف بیابانی۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۲ء۔ص۴

۳۔　شازیہ مجید ملک۔ فروغ اردو میں اخبار اردو کا کردار۔فیصل آباد: مثال کتاب گھر، ۲۰۱۵ء۔ص۱۹۳۔۱۹۴

۴۔　ایضاً۔ص: ۱۹۴

۵۔　اشفاق احمد ورک،ڈاکٹر۔ کلید اردو۔لاہور: کاروان بک ہاؤس، ۲۰۱۷ء۔ص۱۳۵

۶۔　فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ تدریس اردو۔ لاہور: گنج شکر پریس، ۲۰۱۵ء۔ص۱۰۲

۷۔　عبداللہ ،سید، ڈاکٹر۔ مباحث۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء۔ص۱۴۰

۸۔　جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ بلوچستان کی اردو روایت، مشمولہ: اخبار اردو(ماہ نامہ)اسلام آباد: شمارہ نومبر،۲۰۰۳ء۔ص۲۹

۹۔　ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر۔ادب و لسانیات۔ کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۰ء۔ص۲۰۷

۱۰۔　سہیل بخاری،ڈاکٹر۔لسانی مقالات،(حصہ سوم) اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء۔ص۴۵۱

۱۱۔　انور سدید،ڈاکٹر۔ اردو ادب کی مختصر تاریخ۔ لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۹۸۸ء طبع سوم۔ص۳۔۲

۱۲۔　ایضاً۔ص ۳

۱۳۔　محمد ارشد اویسی،ڈاکٹر۔ معاشرے کی تشکیل میں تہذیب کا کردار، مشمولہ: نورِ تحقیق، سہ ماہی، شمارہ۲، لاہور: گیریژن یونیورسٹی، اپریل تاجون۲۰۱۷ء۔ص۱۹

۱۴۔　عتیق فکری، علامہ۔ العتیق العقیق(جلد اول) س ن۔ ص۱۶۶

۱۵۔　محمد یوسف گردیز۔ تذکرۃ الملتان(فارسی)، ترجمہ: ڈاکٹر بشیر انور ابوہری، ملتان: سرائیکی ریسرچ سنٹر،

۲۰۰۴ء۔ ص ۲۶

۱۶۔ شوکت مغل ۔ قدیم اردو کی لغت اور سرائیکی زبان۔، ملتان: سرائیکی ادبی مجلس، ۱۹۸۷ء۔ ص ۱۰

۱۷۔ روبینہ ترین،ڈاکٹر۔ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیا کرام کا حصہ۔ ملتان: شعبہ اُردو بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۸۸ء۔ ص ۲۴۰

۱۸۔ روبینہ ترین،ڈاکٹر۔شاہ شمس سبزواری،حیات و آثار۔ ملتان: شعبہ سرائیکی، ۲۰۰۷ء۔ ص ۸۳